دینی مدارس کے حوالے سے حکومتی تضادات

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حالیہ دنوں میں پنجاب حکومت کی طرف سے پنجاب میں ایجوکیٹرز کی بھرتیوں کا سلسلہ شروع ہوا، ایجوکیٹرز میں "عربی اور اسلامیات ٹیچرز" کی بھی اسامیاں تھیں اس لیے بجا طور پر دینی مدارس کے فضلاء نے شہادۃ العالمیہ کی بنیاد پر ان اسامیوں کے لیے درخواستیں دینا شروع کیں تو معلوم ہوا کہ عربی ٹیچرز کے لیے تو دینی مدارس کے فضلاء کی درخواستیں اور اسناد قبول کی جارہی ہیں جبکہ اسلامیات ٹیچرز کے لیے دینی مدارس کے پانچوں مکاتب فکر کے بورڈز کے فضلاء کی ہائیر ایجوکیشن کمیشن سے تصدیق شدہ اسناد کو مسترد کرکے ان کی درخواستوں کو ناقابل قبول قرار دیا جارہا ہے۔ اس صورتحال پر ملک بھر میں تشویش واضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ ملک بھر کے مذہبی طبقات بالخصوص علماء کرام جو پہلے ہی حکومتی طرز عمل اور حکومتی پالیسیوں کے سخت ناقد اور متعدد دینی معاملات میں حکومتی اقدامات کی وجہ سے پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت سے ناراضگی کا اظہار کررہے ہیں انہیں ایک اور موقع مل گیا کہ وہ یہ ثابت کرسکیں کہ پاکستان مسلم لیگ ن کی حکومت دینی مدارس اور اہل مدارس کے معاملے میں امتیازی رویے، جانبدارانہ اور معاندانہ طرز عمل اختیار کرتی ہے۔ کچھ لوگ اسے دینی مدارس کے فضلاء کی حوصلہ شکنی قرار دے رہے ہیں، کچھ لوگ اسے پنجاب حکومت کی طرف سے دین بیزاری کا اظہار سمجھ رہے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پنجاب میں مذہبی حلقوں اور حکومت کے درمیان فاصلے بڑھانے کے سلسلے کی یہ ایک کڑی ہے۔

ہماری دانست میں یہ سب خیالات وخدشات اپنی جگہ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے ''شہادۃ العالمیہ'' کو صرف عربی نہیں بلکہ اسلامیات اور عربی دونوں کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ اسی ایک سند کو عربی ٹیچرز کے لیے قبول کرنا اور اسلامیات ٹیچرز کے لیے قبول نہ کرنا کھلا تضاد ہے۔ ایچ ای سی کی طرف سے تصدیق کے باوجود عملی طور پر ملازمتوں کے حصول اور مختلف اسامیوں کے لیے سلیکشن کے موقع پر دینی مدارس کی ڈگریوں کو ردی کاغذ قرار دینا بیوروکریسی کا ایک ایسا افسوسناک طرز عمل ہے جو محض دین بیزاری ہی نہیں بلکہ قومی اداروں کی توہین اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی بھی ہے۔ یہ تضاد صرف اسلامیات اور عربی میں نہیں بلکہ ہمیں تو آئے

روز ایسے تضادات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر اسناد کا معاملہ ہی لے لیجیے ایچ ای سی کی طرف سے شہادۃ العالمیہ کو تو ایم اے اسلامیات اور عربی کے مساوی تسلیم کیا جاتا ہے لیکن تحتانی اسناد یعنی عالیہ، خاصہ اور عامہ کو بی اے، ایف اے اور میٹرک کے برابر تسلیم نہیں کیا جاتا گویا کہ دینی مدارس کے فضلاء کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ تم ایک من وزن تو اٹھا سکتے ہو لیکن 20 کلو 10 کلو اور 5 کلو وزن نہیں اٹھا سکتے۔ صرف پنجاب کے ایجوکیٹرز کے معاملے میں ہی نہیں بلکہ اب اکثر اوقات شہادۃ العالمیہ اور ایچ ای سی کی تصدیق کے باوجود میٹرک سے بی اے تک کی عصری درسگاہوں سے حاصل کی گئی ڈگریوں کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ تضاد بھی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف کے پی کے کی حکومت علماء کرام کو خطوط لکھ لکھ کر ماہانہ اعزازیہ قبول کرنے کی درخواستیں کر رہی ہے اور دوسری طرف پنجاب حکومت خالصتاً ایک ایسا معاملہ جو دینی مدارس کے فضلاء کا حق ہے اس میں بھی مدارس کے فضلاء کے لیے امکانات کے دروازے بند کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ پنجاب حکومت کے اس طرز عمل سے کچھ لوگ یہ بھی سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ایسے باصلاحیت فضلاء جو پختہ دینی علوم کے حامل اور اسلامیات میں گہرا رسوخ رکھنے والے ہیں ان کی جگہ ایسے لوگوں کی تقرری کرنا جو برائے نام دینی علوم سے نسبت رکھتے ہیں دراصل نسل نو کو دینی تعلیم و تربیت سے ہی محروم رکھنے کے کسی خفیہ منصوبے پر عمل پیرا ہے۔

واضح رہے کہ تضادات کا یہ سلسلہ صرف ڈگریوں اور تقرریوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ہمیں ہر معاملے میں حکومتی تضادات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ دینی مدارس رجسٹریشن نہیں کروا رہے، غیر رجسٹرڈ مدارس مسائل و مشکلات کی جڑ ہیں، برسوں کی ریاضت کے باوجود حکومت مدارس کو رجسٹریشن کے نیٹ ورک میں لانے میں کامیاب نہیں ہو سکی جبکہ دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ حکومتی ذمہ داران کو خود معلوم نہیں کہ رجسٹریشن کرنی کیسے ہے؟۔ 1860ء کا جو سوسائٹی ایکٹ چاروں صوبوں اور وفاقی اسمبلی سے منظور شدہ ہے اسے عضو معطل قرار دے کر نت نئے قوانین لانے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر ان قوانین کا بھی یہ حال ہے کہ آج تک کسی قانون پر اتفاق نہیں ہو سکا، سینکڑوں مدارس کی درخواستیں معرض التواء میں پڑی ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ صرف غیر رجسٹرڈ اور جدید مدارس کی رجسٹریشن کروانی پڑے گی اور کبھی بیک جنبش قلم نصف، نصف صدی سے زائد رجسٹرڈ مدارس کو غیر رجسٹرڈ قرار دے دیا جاتا ہے۔

اسی طرح کوائف طلبی کا معاملہ ہے بارہا اس بات پر اتفاق ہوا کہ کوئی ایک ادارہ، کوئی ایک دفتر، کوئی ایک ایجنسی طے شدہ طریقہ کار کے مطابق اور طے شدہ اوقات میں مدارس سے کوائف طلب کرے گی اور دیگر اداروں کو اگر کوائف کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ اسی ایک ادارے سے رجوع کر لیں گے لیکن حال یہ ہے کہ ہر روز ایک نیا

ادارہ کوائف لینے آپہنچتا ہے، ہر روز کسی نئے محکمے کے اہلکاروں کو کوائف طلبی پر مامور کردیا جاتا ہے، بیسیوں مرتبہ کوائف دینے کے باوجود ہر نیا آنے والا اس انداز سے دینی مدارس کا رخ کرتا ہے جیسے اس نے مارکو پولو کی طرح آج پہلی دفعہ یہ مدرسہ دریافت کیا ہے اور اس کے بارے میں حکومتی اداروں کے علم میں سرے سے کچھ نہیں...... پھر ہر ایک کا فارم الگ، شقیں الگ، رویے الگ، طریقہ الگ، وردی الگ، وقت الگ...... کسی چیز میں بھی یکسانیت نہیں بلکہ طرفہ تماشہ تو یہ ہوا کہ کچھ عرصہ قبل کے پی کے میں امتحانی بورڈ جو صرف میٹرک یا انٹر سطح کے ملحقہ عصری اداروں کے امتحانات لینے پر مامور ہیں اور اسکولز کی رجسٹریشن اور کوائف طلبی بھی ان کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی چہ جائے کہ وہ مدارس اور جامعات کی رجسٹریشن کرنے لگیں وہ بھی مدارس کی رجسٹریشن کا بیڑہ اٹھا کر دینی مدارس کی کوائف طلبی کی مہم پر چل نکلے تھے جسے اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت نے اپنی حکمت عملی سے بڑی مشکل سے روکا۔

اسی طرح زبانی طور پر بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ دینی مدارس کا آڈٹ ہونا چاہیے، مدارس کا مالیاتی سسٹم شفاف ہونا چاہیے، حکومتی اداروں کو مانیٹرنگ کے مواقع ملنے چاہیں، غیر ملکی فنڈنگ نہیں ہونی چاہیے لیکن جب اہل مدارس کی طرف سے ان سب باتوں کو تسلیم کرلیا جاتا ہے تو مدارس کو بینکوں میں اکاؤنٹ ہی نہیں کھولنے دیئے جاتے۔ سادی سی بات ہے کہ بینک اکاؤنٹس کے ذریعے مانیٹرنگ بھی ہوسکتی ہے، آڈٹ بھی ہوسکتا ہے، مالیاتی سسٹم مرتب ومنظم بھی ہوسکتا ہے لیکن دینی مدارس کو بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانے کی پہلی اینٹ ہی نہیں رکھنے دی جاتی تو اس پر مالیاتی نظام کی پوری عمارت کیسے کھڑی کی جاسکتی ہے؟

کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ دینی مدارس دہشت گردی کے اڈے اور انتہا پسندی کی نرسریاں ہیں جب دعوت دی جاتی ہے کہ آئیں دیکھیں! کہاں دہشت گردی اور کہاں انتہا پسندی ہے؟ کسی ادارے کا نام لیں، کسی کا تعین کریں، کسی کے خلاف ثبوت پیش کریں تو چپ سادھ لی جاتی ہے صرف چپ ہی نہیں بلکہ کئی سابق وزرائے داخلہ دینی مدارس کو ہر قسم کی دہشت گردی سے لاتعلق ہونے کے بارہا سرٹیفکیٹ دے چکے جن میں سے چودھری شجاعت حسین، عبدالرحمن ملک، چودھری نثار علی خان بطور خاص قابل ذکر ہیں لیکن پھر بھی کبھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو دینی مدارس کو ہدف بنالیا جاتا ہے اور مدارس کے خلاف اندھا دھند چھاپے شروع ہوجاتے ہیں۔

کبھی اس بات کی آفر کی جاتی ہے کہ دینی مدارس حکومتی امداد قبول کریں، دینی مدارس سرکاری امداد کیوں قبول نہیں کرتے؟ جب مدارس کی انتظامیہ کی طرف سے یوٹیلٹی بلز کی معافی اور بلز پر سبڈی کی صورت میں تعاون کی درخواست کی جاتی ہے تو معافی تو کجا پہلے سے زیادہ بھاری بھرکم بلز بھجوائے جاتے ہیں تاکہ اہل مدارس بلبلا اٹھیں اور مدارس بند کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لیے این او سی لینا لازمی ہے

جب مدارس این اوسی کے حصول کے لیے جاتے ہیں تو تال مٹول سے کام لیا جاتا ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز ہیں جنہوں نے لاکھوں بچوں کی تعلیم اور مکمل کفالت کا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور دوسری طرف سے انہی مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو ہراساں کیا جاتا ہے؟ ان معمولی تضادات کا کیا گلہ؟ یہاں تو حال یہ ہے کہ دینی مدارس کی قیادت ایک حکومت سے طویل مذاکرات کر کے کسی معاہدے اور نتیجے تک پہنچتی ہے تو حکومت تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ معاہدہ سرد خانوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ حکومتوں کی تبدیلی کی بھی کا ہے ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ہمیں کبھی اطلاع ملتی ہے کہ مدارس کے معاملات وزارت مذہبی امور دیکھے گی، ہم ابھی وزارت مذہبی امور سے راہ و رسم پیدا کرتے ہی ہیں کہ خبر آتی ہے کہ مدارس کا معاملہ وزارت تعلیم کے سپرد کر دیا گیا ہے ہم وزارت تعلیم کی راہداریوں کا رخ کرتے ہیں تو پیغام آتا ہے کہ اب وزارت داخلہ دینی مدارس کو کنٹرول کرے گی پھر صرف وزارت داخلہ پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ کبھی کرائسس منیجمنٹ سیل، کبھی نیکٹا اور کبھی مشیر قومی سلامتی کو مدارس دینیہ کا اَن داتا قرار دیا جاتا ہے...... الغرض تذبذب اور تردد ہے...... گومگو کی کیفیت ہے...... ابہام کے اندھیرے ہیں...... تضادات کی گھمن گھیریاں ہیں...... ایسے میں کوئی تو بتائے کہ دینی مدارس آخر کریں تو کیا کریں؟ جائیں تو کہاں جائیں؟

دین اسلام کی جامعیت

امام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

كذالك اتى الله بشريعة هى اكمل الشرائع متضمنة المصالح يعجز عن مراعاة مثلها البشر'' (مقدمہ حجۃ اللہ البالغہ، ص۳۲، م قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ٹھیک اسی طرح اللہ پاک کی جانب سے ایک ایسی شریعت عطاء ہوئی جو کہ کامل ترین ہے اور ایسی مصلحتوں پر مشتمل ہے کہ جن کی رعایت کرنا'' کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

فقہ اسلام کی معروف کتاب ''ہدایہ'' کی ترتیب وضع پر ایک نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی کتاب کے تین چوتھائی حصہ کو معاملات سے متعلق موضوعات کے لئے مختص فرمایا ہے، یہ سعی اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ دین اسلام کی جامعیت کس قدر عمیق اور گہری ہے، اسلام ایک دستور حیات کی حیثیت سے ہمارے لئے ایسی ترتیب پیش کرتا ہے جن کی رعایت پیدائش سے لے کر موت تک کی زندگی کے احکامات کو سمجھنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔